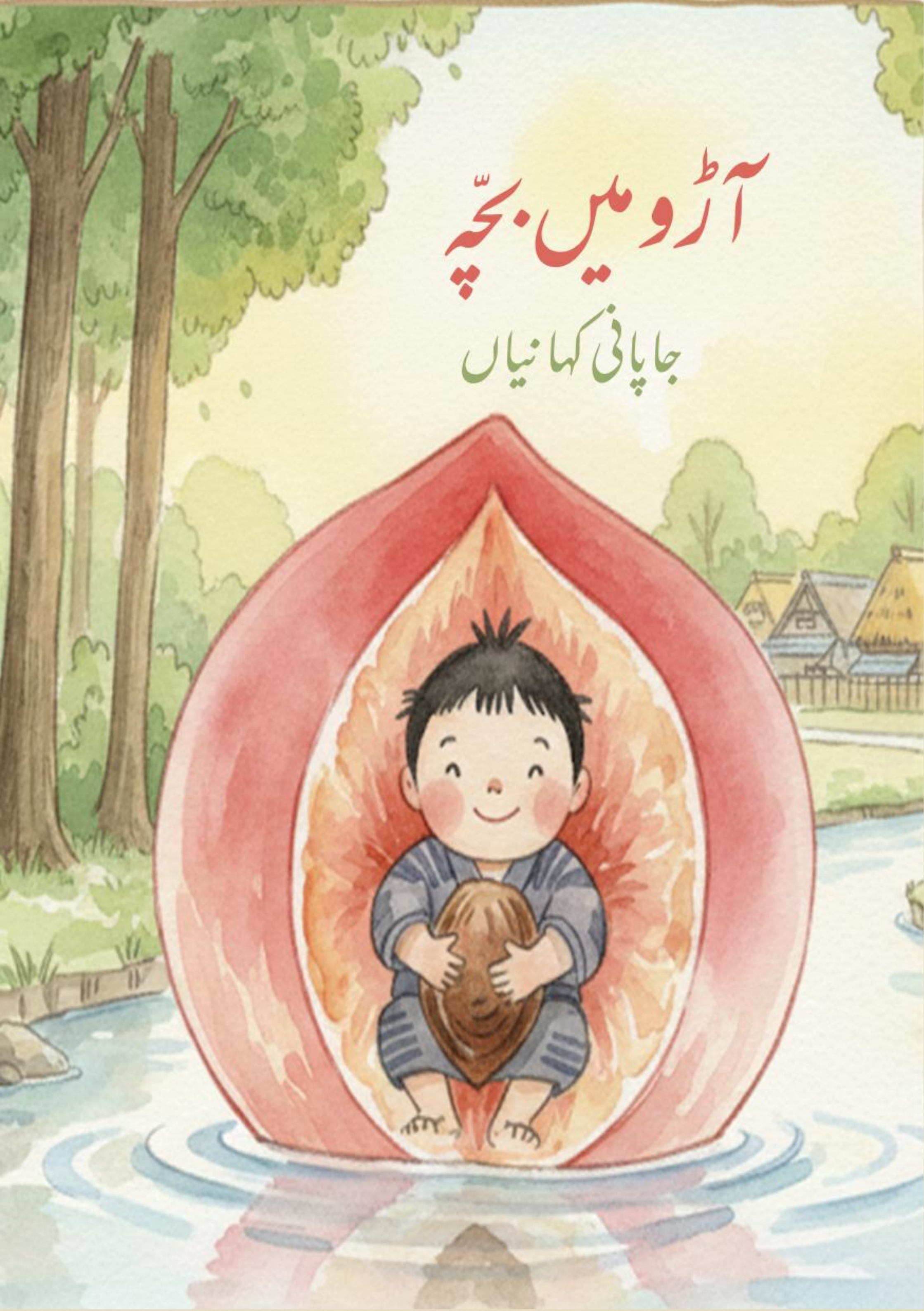
# آڑو میں بچّہ

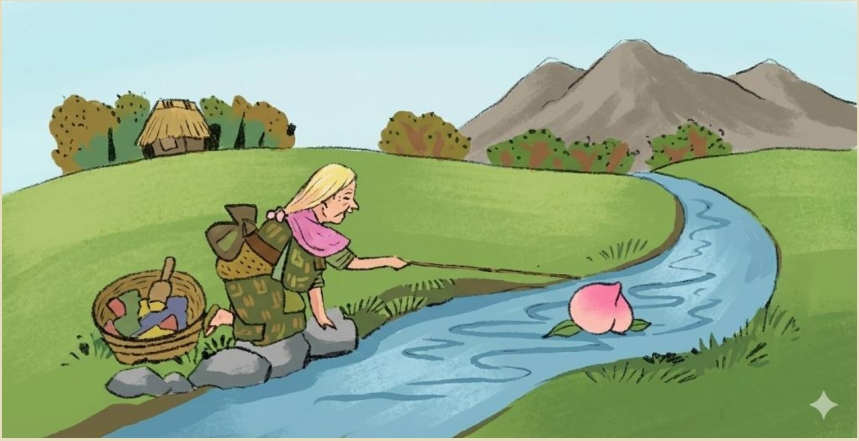
## جاپانی کہانیاں



# آڑو میں بچّہ

جاپانی کہانیاں

ننّھے بچّوں کے لیے



# آڑو میں بچّہ

ایک دفعہ کا ذکر ہے، جاپان کے کسی گاؤں میں دو بُڑھیا بُڈّھے رہتے تھے۔ بُوڑھا لکڑہارا تھا۔ وہ اور اُس کی بیوی بہت اداس تھے کیوں کہ اُن کے ہاں کوئی بچّہ نہیں تھا۔ ایک دِن بُوڑھا پہاڑوں پر لکڑی کاٹنے گیا اور بوڑھی عورت کپڑے دھونے دریا پر چلی گئی۔ بڑھیا نے کپڑے دھونے شروع ہی کیے تھے کہ کیا دیکھتی ہے کہ ایک بہت بڑا آڑو دریا میں بہتا چلا آ

رہا ہے۔ وہ بہت حیران ہوئی۔

اُس نے اتنا بڑا آڑو کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بڑی بی نے آڑو دریا میں سے نکال لیا اور گھر لے کر چلی۔ وہ اسے اپنے بڑے میاں کو کھلانا چاہتی تھی۔

شام کو بڑے میاں آئے تو بڑی بی نے کہا۔ "یہ تو دیکھو۔ کتنا عجیب آڑو ہے۔ تمہارے لیے لائی ہوں۔"

بڑے میاں نے بھی آڑو کی تعریف کی۔ وہ بہت بھوکا تھا۔ بولا "اِسے جلدی سے کاٹو۔ مُجھے بھوک لگی ہے۔"

بڑھیا باورچی خانے سے ایک چھُری لائی اور آڑو کے دو ٹکڑے کرنے چاہییے۔ جب اُس نے چھُری چِلّائی تو اندر سے آواز آئی۔ "ٹھہرو۔ مُجھے نہ کاٹو۔" یہ کہتے ہی آڑو کے دو ٹکڑے ہو گئے اور اُس کے اندر سے پیارا سا

خوب صورت بچّہ نکلا۔



بڑے میاں اور بڑی بی بہت حیران ہوئے۔ بچّہ بولا۔ "ڈرو نہیں۔ خُدا نے

مُجھے بھیجا ہے۔ تمہارے ہاں کوئی بچّہ نہیں ہے۔ مُجھے اپنا بیٹا بنا لو۔"

بڑے میاں اور بڑی بی دونوں خوش ہو گئے اور آڑو سے نکلنے والے بچّے کو اپنا بیٹا بنا لیا۔ اُنہوں نے اُس کا نام موموتارو رکھا۔ اُسے پڑھایا لکھایا اور اچھّی اچھّی باتیں سکھائیں۔

جب موموتارو پندرہ سال کا ہو گیا تو اُس نے اپنے باپ سے کہا۔

"ابّا جان میں اب بڑا ہو گیا ہوں۔ ایسا کام کرنا چاہتا ہوں جس سے ہمارے ملک کا بھلا ہو۔ یہاں سے بُہت دُور سمندر کے اندر ایک جزیرہ ہے جس کا نام اوگر ہے۔ اوگر قوم کے لوگ وہاں رہتے ہیں۔ وہ بہت شیطان ہیں۔ ہمارے مُلک میں گھُس آتے ہیں اور لوگوں کا مال لوٹ کر لے جاتے ہیں۔ میں اوگر جزیرے جا رہا ہوں تاکہ اُن لوگوں سے لُوٹا ہوا سارا مال لے

آؤں۔ آپ مہربانی سے مجھے اجازت دیں۔"

بڑے میاں یہ بات سُن کر بہت خوش ہوئے اور موموتارو کی مدد کو تیّار ہو گئے۔ اُنھوں نے موموتارو کو تلوار دی اور دوسرے ہتھیار بھی دیئے۔ بڑی بی نے اُس کے لیے بہت سا کھانا پکا دیا۔ موموتارو نے اپنے ابّا اور امّی سے وعدہ کیا کہ وہ جلدی واپس آنے کی کوشش کرے گا۔

موموتارو نے سمندر کی طرف چلنا شروع کیا۔ سمندر کافی دور تھا۔ راستے میں اسے ایک چِت کبرا کتّا ملا۔ کُتّا اُس پر خُوب بھونکا لیکن موموتارو نے اُس کو کھیر کھلائی اور کہا۔ "میں اوگر جزیرے جا رہا ہوں۔ وہاں کے لوگوں سے لڑوں گا۔"

کُتّے نے کہا۔ "یہ اچھّا کام ہے۔ میں تمھاری مدد کروں گا۔" یہ کہہ کر چِت

کبرا کتّا بھی اُس کے ساتھ ہو لیا۔

مو مو تارو اور اُس کا دوست کتّا چلتے جا رہے تھے کہ اُن کو ایک بندر ملا۔ کُتّے اور بندر کی لڑائی ہونے لگی۔ مو مو تارو نے بندر کو سمجھایا کہ میں اور کتّا اوگر جزیرے کے لوگوں سے لڑنے جا رہے ہیں۔ یہ سُن کر بندر بھی اُن کے ساتھ چلنے کو تیّار ہو گیا۔ مو مو تارو نے بندر کو کھیر کھلائی اور وہ تینوں آگے چل پڑے۔

وہ تھوڑی دُور ہی گئے تھے کہ اُن کو ایک تیتر ملا۔ تیتر اور بندر آپس میں لڑنے لگے۔ مگر جب تیتر نے سُنا کہ مو مو تارو اوگر جزیرے جا رہا ہے تو وہ بھی ساتھ چلنے کو تیّار ہو گیا۔ مو مو تارو نے تیتر کو بھی کھیر کھلائی اور اپنے

ساتھ ملا لیا۔

اِس طرح موموتاروِ اس فوج کا جنرل بن گیا۔ چِتکبرے کُتّے، بندر اور تیتر میں دوستی ہو گئی۔ جب یہ چاروں سمندر کے قریب پُہنچے تو موموتارو نے ایک کشتی بنائی۔ سب اِس کشتی میں بیٹھ گئے اور اوگر جزیرے کی طرف روانہ ہوئے۔




کُچھ دُور آگے چل کر جزیرہ دِکھائی دیا جس پر اوگروں کا قلعہ بنا ہوا تھا۔ قلعہ بہت مضبُوط تھا۔ اُس کے اندر ہزاروں اوگر رہتے تھے۔ اُن میں کُچھ لال

تھے، کُچھ نیلے تھے اور کُچھ کالے۔



سب سے پہلے تیتر قلعے کی دیوار پر پہنچا اور اوگر لوگوں کے سروں پر ٹھونگیں مارنی شروع کیں۔ اُنھوں نے بہت کوشش کی کہ ڈنڈوں سے تیتر کو مار گرائیں مگر تیتر بڑا چالاک تھا۔ پلٹیاں کھاتا رہا اور بچتا رہا۔ اِدھر تیتر لڑ رہا تھا۔ اُدھر بندر نے قلعے کے اندر گھُس کہ اُس کا دروازہ کھول دیا۔ دروازہ کھلتے ہی موموتارو اور چِت کبرا کُتّا قلعے کے اندر گھُسے اور اوگروں

سے لڑنا شروع کر دیا۔

بڑے زور شور کی لڑائی ہوئی۔ تیتر نے دُشمن کے سر پر ٹھونگیں ماریں اور چونچ سے اُن کی آنکھیں بھی پھوڑ دیں۔ بندر نے دانتوں سے کام لیا۔ چِتکبرے کُتّے نے بھی خوب بھنبھوڑا۔ موموتارو نے تلوار چلائی اور دُشمنوں کے ٹکڑے کر دیے۔

آخر میں یہ ہوا کہ اوگر ہار گئے۔ وہ سب موموتارو کے سامنے ہاتھ جوڑ کر کھڑے ہو گئے اور پکّا وعدہ کیا کہ اب وہ بُرے کام نہیں کریں گے۔ پھر وہ سارا مال اُٹھا لائے جو اُنھوں نے دوسرے لوگوں سے چھینا تھا۔

اِس سامان میں سونا چاندی بھی تھا اور قیمتی جواہرات بھی۔ ایک ایسی کشتی بھی تھی جو کسی کو نظر نہیں آتی تھی۔ ایسا ہی ایک ہیٹ تھا۔ ایک ہتھوڑا

ایسا تھا کہ جب اُسے زمین پر مارا جاتا تو سونے کا سِکّہ نِکل آتا۔ یہ ہتھوڑا بڑے کمال کا تھا۔ مو مو تارو نے یہ سارا مال اپنی کشتی میں رکھوا دیا۔

جب یہ چاروں واپس اپنے گاؤں آئے تو وہاں ایک بیل گاڑی بنائی۔ گاڑی پر سارا مال لادا اور مو مو تارو کے گھر پُہنچے۔



مو مو تارو کے ابّا اور امّی نے اپنے بیٹے کو دیکھا تو بہت خوش ہوئے۔ اُنھوں نے گاؤں کے سب لوگوں کو بُلایا اور اُن سے کہا۔ "اپنا اپنا مال لے

لو۔" لوگ خُوشی سے ناچنے لگے۔ اُنھوں نے بڑے میاں کو اِتنے روپے دیے کہ وہ چین سے زندگی بسر کرنے لگے۔



# جادُو کی کیتلی

ایک پادری کا قِصّہ سُنو۔ اِس پادری کو چائے پینے کا بہت شوق تھا۔ وہ چائے خود ہی بناتا تھا اور برتن بھی خود ہی دھوتا تھا۔ ایک دِن اُسے پُرانے برتنوں کی دُکان پر لوہے کی ایک کیتلی نظر آئی۔ یہ زنگ لگی پرانی کیتلی تھی۔ پادری کیتلی خرید کر گرجا میں لے آیا۔ اُس نے کیتلی کو خوب مانجھا، صاف کیا۔ جب زنگ اُتر گیا تو اُس نے اپنے تین شاگردوں کو بُلایا

اور اُن سے کہا :

"دیکھو، کتنی خوب صورت کیتلی ہے۔ اب میں اِس میں چائے بناؤں گا اور تُم کو پلاؤں گا۔



پادری نے کیتلی آگ پر رکھ دی۔ وہ سب بیٹھ گئے اور پانی کے اُبلنے کا انتظار کرنے لگے۔ جب کیتلی خوب گرم ہو گئی تو ایک عجیب بات ہوئی۔ کیتلی کی ٹونٹی بِجّو کا سر بن گئی اور اُس کے ایک دُم بھی نکل آئی۔ پھر بِجّو

کے سے چار پاؤں بھی بن گئے۔

"اوئی اوئی، میں جل گئی۔ میں جل گئی۔" کیتلی بولی۔

یہ کہہ کر کیتلی اُچھلی اور کُود کر کمرے میں دوڑنے لگی۔ پادری بہت گھبرایا۔ اس نے شاگردوں سے کہا۔ "اِسے پکڑلو۔ بھاگنے نہ دو۔"



ایک شاگرد نے جھاڑو اُٹھائی، دُوسرے نے پھُکنی اور تیسرے نے کوئی اور چیز۔ تینوں کیتلی پکڑنے کو دوڑے۔ جب اُنہوں نے کیتلی پکڑی تو بِجّو

کا سر دُم اور ٹانگیں غائب ہو گئیں۔ لو، وہ تو پھر ویسی ہی کیتلی بن گئی جیسی پہلے تھی۔

پادری نے کہا۔ "کیسی عجیب بات ہے! اِس کے اندر شیطان ہو گا۔ ہم اِسے گھر میں نہیں رکھیں گے۔ اِس کو فوراً بیچ دینا چاہیے۔"

اتنے میں ایک ردّی والا آ گیا۔ پادری نے کیتلی اُسے دِکھا کر کہا۔ "دیکھ بھائی، یہ کیتلی لوہے کی ہے۔ میں کم داموں میں دے دوں گا۔ بول، کتنے میں لے گا؟"

ردّی والے نے کیتلی تولی اور پادری کو بہت کم مول بتایا۔ لیکن پادری اُسی پر راضی ہو گیا۔ وہ تو کیتلی سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ ردّی والا کیتلی لے کر چلا گیا۔

رات کو ردّی والا سو گیا۔ آدھی رات کو آواز آئی۔ "او بھائی ردّی والے۔ او بھائی ردّی والے۔"

ردّی والے نے آنکھیں کھولیں۔ پوچھا "کون پُکار رہا ہے؟" پھر اُس نے موم بتّی جلا کر دیکھا۔ کیا دیکھتا ہے کہ پادری کی کیتلی اُس کے تکیے پر کھڑی ہے۔ اُس کا سر بِجّو کا سا تھا، دُم بھی تھی اور چار ٹانگیں بھی۔

ردّی والا گھبرا گیا۔ بولا۔ "تُو وہی کیتلی ہے نا جو میں نے پادری سے خریدی تھی؟"

"جی جناب۔ میں وہی ہوں۔" کیتلی بولی۔ "مگر میں کیتلی نہیں ہوں۔ میں اصل میں بِجّو ہوں۔ میرا نام بمبوکو ہے جس کا مطلب ہے خوش قسمت۔ اُس پادری نے مُجھے آگ پر رکھ دیا اور مُجھے جلا دیا۔ میں اُس کے گھر سے آ

گئی۔ اگر تُم میرے ساتھ اچھّا سلوک کرو گے اور آگ پر نہیں رکھو گے تو میں تمہاری قسمت بدل دوں گی۔"

ردّی والے نے پوچھا۔ "ذرا بتاؤ تو، تُم کیسے میری قسمت بدل دوگی؟"

کیتلی نے اپنی دُم ہلائی اور کہا۔، "میں عجیب عجیب تماشے کر سکتی ہوں۔ تُم مُجھے میلے میں لے جاؤ اور ٹکٹ لگاؤ۔ میں لوگوں کو تماشے دکھاؤں گی۔"

ردّی والے نے سوچا یہ تو بہت اچھّی بات ہے۔ دوسرے دِن اس نے اپنے گھر کے سامنے ایک تھیٹر بنایا اور اس پر ایک بڑا سا سائن بورڈ لگا دیا جس پر لکھا تھا۔ "آئیے۔ آئیے۔ بمبو کو کیتلی کے کرتب دیکھیے۔"

لوگ اُس تھیٹر میں آتے۔ ردّی والا ٹکٹ بیچتا۔ جب تھیٹر تماشائیوں سے بھر جاتا تو ردّی والا ڈھول بجاتا۔ بمبو کو آتی اور مزے مزے کے کرتب

دکھاتی۔ بمبو کو رسّی پر چلتی تو لوگ بہت خوش ہوتے اور زور زور سے تالیاں بجاتے۔ کھیل ختم ہو جاتا تو ردّی والا بمبو کے لیے اچھّی اچھّی چیزیں لاتا اور بمبو کو خوش ہو کر کھاتی۔

ردّی والا تھوڑے ہی دنوں میں امیر بن گیا۔ ایک دِن اُس نے بمبو کو سے کہا۔ "روز روز کرتب دکھانے سے تُم بہت تھک گئی ہو گی۔ مُجھے کافی روپے مل گئے ہیں۔ اب میں تمھیں گھر جا چھوڑ آتا ہوں۔ وہاں آرام سے رہا کرنا۔"

بمبو کو نے کہا۔ "یہ بات تُم نے ٹھیک کہی۔ میں سچ مُچ تھک گئی ہوں اور اب آرام کرنا چاہتی ہوں۔ لیکن وہ پادری مُجھے پھر آگ کے اوپر رکھ دے گا اور شاید مُجھے اچھّی چیزیں بھی کھانے کو نہ دے۔"

ردّی والا بولا۔ "یہ سب باتیں تُم مُجھ پر چھوڑ دو۔"



دوسرے دِن ردّی والا بمبو کو لے کر پادری کے پاس گیا۔ اُس نے پادری کو سارا قصّہ سُنایا۔ کُچھ روپیہ گرجا کے لیے دیا اور اِس کے بعد کہا۔ "جناب اب بمبو کو یہاں رہے گی۔ اِسے آرام کی ضرورت ہے۔ اِسے ہمیشہ اچھّی چیزیں کھلانا اور مہربانی سے اِسے آگ پر نہ رکھنا۔"

پادری نے کہا۔ "میں وعدہ کرتا ہوں۔ میں یہ کیتلی گرجا کے خزانے میں رکھ دوں گا۔ اِسے کبھی آگ پر نہیں رکھوں گا۔ اگر مُجھے پہلے یہ معلوم ہوتا تو

ہر گز اِس کو آگ پر نہ رکھتا۔"

پادری نے کیتلی کو لکڑی کے ایک سٹول پر رکھا اور پھر سٹول اُٹھا کر گرجا کے خزانے میں رکھ آیا۔ کہتے ہیں وہ کیتلی ابھی تک اُسی خزانے میں ہے۔ اُسے لوگ اچھّے اچھّے کھانے دیتے ہیں۔ وہ آرام سے ہے اور بہت خوش ہے۔



# بندر ناچا، ناچی چڑیا

ایک لکڑہارا تھا۔ وہ ایک دِن لکڑیاں کاٹنے پہاڑوں پر گیا اور اتنی دور نکل گیا کہ راستہ بھول گیا۔ وہ بے چارہ چلتا رہا، چلتا رہا مگر گھر کا راستہ نہ ملا۔ اچانک اُسے دُور سے گانے بجانے کی آواز آئی۔ آگے بڑھا تو عمدہ عمدہ کھانوں کی خوش بُو آئی۔

لکڑہارا ایک پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ گیا۔ وہاں دیکھا کہ ڈھیروں بندر جمع ہیں جو

گا رہے ہیں، ناچ رہے ہیں اور دُودھ پی رہے ہیں۔



بندروں کو ناچتا گاتا دیکھ کر لکڑہارے کو بڑا تعجّب ہوا۔ اُس کے بعد ایک بندر نے ایک بوتل اُٹھائی، اُس میں دُودھ بھرا اور کہا۔ "اب گھر چلنا چاہیے۔"

دوسرے بندروں نے اُسے خُدا حافظ کہا اور اپنے اپنے گھروں کو چلے۔ لکڑہارے نے سوچا اِس بندر کے پیچھے پیچھے چلنا چاہیے۔

تھوڑی دور چل کر بندر ٹھہر گیا۔ اُس نے ایک جگ میں بوتل کا تھوڑا سا دودھ ڈالا اور بوتل ایک درخت کی جڑ میں چھُپا دی۔ پھر اُس نے جگ سر پر

رکھا اور خُوشی خوشی چلنے لگا۔

لکڑہارا یہ سب کُچھ دیکھ رہا تھا۔ جب بندر دور چلا گیا تو لکڑہارا دوڑ کر درخت کی جڑ تک پہنچا، اپنے کٹورے میں دُودھ ڈالا اور کہنے لگا۔ "کتنا عمدہ دُودھ ہے۔ میں یہ بوتل گھر لے جاؤں گا اور اپنی بیوی کو پلاؤں گا۔"

لکڑہارے کی بیوی بھی اُس وقت ایسے ہی چکّر میں پھنسی ہوئی تھی۔ وہ ایک درخت کے نیچے بیٹھی کپڑے دھو رہی تھی کہ اُسے چڑیوں کے چہچہانے کی آواز آئی۔ چڑیاں ایک بوتل میں سے کوئی خوش بُو دار چیز پی رہی تھیں۔ اُس عورت نے چاہا کہ اُسے بھی یہ چیز مل جائے۔

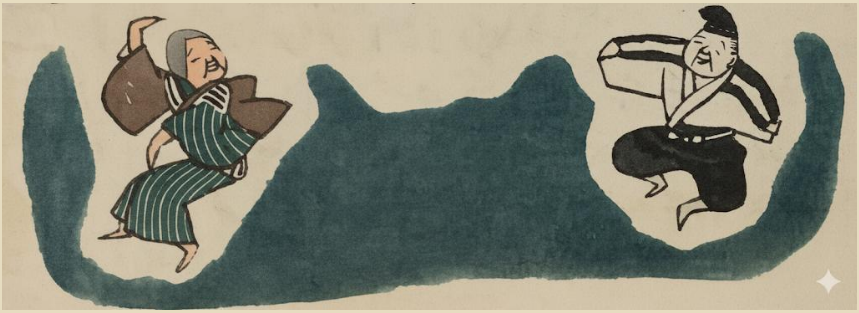
جب چڑیوں نے ناچنا گانا ختم کیا تو اُس عورت نے اُن کی بوتل اپنے کُرتے کے نیچے چھُپا لی اور جلدی جلدی گھر کی طرف چلی۔ اُس نے کہا۔

”یہ دودھ میں اپنے میاں کو پلاؤں گی۔ اُسے لُطف آ جائے گا۔“

وہ گھر پہنچی ہی تھی کہ اُس کا میاں بھی آن پہنچا۔ اُسے بڑی دیر میں گھر کا راستہ ملا تھا۔ دونوں نے اپنی اپنی کہانی سُنائی۔ لکڑہارے نے اپنی بوتل عورت کو دی اور عورت نے اپنی بوتل لکڑہارے کو دی۔

دونوں نے دودھ پیا۔

دودھ بہت مزے دار تھا۔ لیکن اُس کو پیتے ہی اُن کا گانے اور ناچنے کو دِل چاہنے لگا۔ عورت لگی اچھلنے کودنے جیسے بندر اُچھلتے اور کودتے ہیں۔ لکڑہارا اپنے ہاتھ ایسے مٹکانے لگا جیسے چڑیاں اپنے پر کھولتی ہیں۔ دونوں میاں بیوی زور زور سے گاتے بھی جاتے تھے۔



اِن دونوں نے شور مچایا تو پڑوسی دوڑا دوڑا آیا۔ اُس نے دیکھا کہ عورت بندروں کی طرح ناچ رہی ہے اور لکڑہارا چڑیوں کی طرح پھُدک رہا ہے۔ وہ بولا۔ "سُنو بھئی سنو! یہ ناچ اُلٹا ہو رہا ہے۔ بڑی بی کو عورتوں کی طرح ناچنا چاہیے اور بڑے میاں کو مردوں کی طرح۔ تُم تو بالکل اُلٹا کام کر رہے ہو۔"

جب پڑوسی نے دونوں کی کہانی سُنی تو کہا۔ "اوہو، ٹھیک ہے۔ تُم نے غَلط بوتلوں کا دودھ پیا۔ اب تُم دوبارہ اپنی اپنی بوتل کا دودھ پیو۔"

لکڑہارے نے بندر کی بوتل کا دودھ پیا اور وہ بندروں کی طرح ناچنے لگا۔ اُس کی بیوی نے چڑیوں کی بوتل کا دُودھ پیا اور وہ چڑیوں کی طرح پھُدکنے لگی۔ جس نے بھی اُن کا ناچ دیکھا، خوش ہوا۔

جاپانی کہتے ہیں کہ اُسی دِن سے انسان نے ناچنا سیکھا۔ مرد نے بندوں کی بوتل کا دودھ پیا تھا اِس لیے وہ بندروں کی طرح اُچھلتا کودتا ہے۔ عورت نے چڑیوں کی بوتل کا دُودھ پیا تھا اس لیے وہ چڑیوں کی طرح نزاکت سے ناچتی ہے۔



# لمبی ناک والے بھُتنے

بہت دِنوں کا ذکر ہے، جاپان کے شمالی پہاڑوں پر دو لمبی ناک والے بھُتنے رہتے تھے۔ ایک نیلا بھُتنا تھا اور دوسرا لال بھُتنا۔ یہ دونوں اپنی ناک پر بہت اِتراتے تھے۔ وہ اپنی ناک بہت لمبی کر سکتے تھے۔ کئی میل لمبی۔

ایک دِن نیلے بھُتنے نے کسی چیز کی خوش بُو سُونگھی جو نیچے میدان میں سے آ رہی تھی۔ وہ خوش بُو اُسے بہت اچھّی لگی۔ اس نے کہا:

"ارے واہ کیا اچھّی خوش بُو ہے۔ معلوم نہیں کس چیز کی ہے۔" بس جناب، اُس نے اپنی ناک لمبی کرنی شروع کی۔ لمبی سے لمبی کرتا ہی رہا، یہ معلوم کرنے کو کہ وہ خُوش بُو کہاں سے آ رہی ہے۔ اُس کی ناک اتنی بڑھی کہ سات پہاڑیاں پار کر کے نیچے میدان تک گئی اور بادشاہ کے محل تک پہنچ گئی۔

بادشاہ کے محل کے اندر شہزادی سفید گلاب نے دعوت کی تھی۔ بہت سی شہزادیاں اُس دعوت میں آئی تھیں۔ شہزادی سفید گلاب اُن کو اپنے قیمتی کپڑے اور خوب صورت سامان دِکھا رہی تھی۔ سب کپڑے عطر سے مہک رہے تھے۔ یہی وہ خوش بُو تھی جو نیلے بھُتنے نے سُونگھی تھی۔

شہزادی اِن کپڑوں کو کہیں لٹکانے کی فکر کر رہی تھی کہ اتنے میں اسے نیلے بھُتنے کی ناک نظر آئی۔ شہزادی نے کہا۔ "ارے، اُدھر دیکھو۔ کسی نے

نیلا بانس لٹکا دیا ہے۔ لاؤ ہم اُسی پر اپنے کپڑے لٹکا دیں۔

شہزادی نے نوکرانیوں کو بُلایا اور اُنھوں نے شہزادی کے کپڑے بھُتنے کی ناک پر لٹکانے شروع کیے۔ نیلے بھُتنے نے پہاڑی پر بیٹھے بیٹھے اپنی ناک پر کُچھ بوجھ سا محسوس کیا تو اُس نے اپنی ناک واپس گھسیٹنی شروع کر دی۔

جب شہزادیوں نے دیکھا کہ کپڑے ہوا میں اُڑتے ہوئے جا رہے ہیں تو وہ بہت گھبرائیں۔ اُنھوں نے پکڑنا چاہا مگر کپڑے اُونچے ہو گئے تھے۔ جب نیلے بھُتنے نے شہزادی کے کپڑے دیکھے تو وہ بہت خوش ہوا اور اُنھیں اپنے گھر لے گیا۔ پھر اُس نے لال بھُتنے کو بُلایا جو دوسری پہاڑی پر رہتا تھا۔

لال بھُتنا حسد کے مارے جل بھُن کر کباب ہو گیا۔ اُس نے نیلے بھُتنے سے

کہا۔ "اچھّا صبر کرو۔ میں تمُہیں دِکھا دوں گا کہ میری ناک اچھّی ہے یا تمہاری۔"

یہ کہہ کرلال بھُتنا پہاڑی کی چوٹی پر جا بیٹھا اور اِدھر اُدھر ناک بڑھا کر سُونگھنے کی کوشش کرنے لگا۔



بہت دِن گزر گئے۔ لال بھُتنا روز پہاڑی کی چوٹی پر چڑھ کر خوش بُو سُونگھنے کی کوشش کرتا مگر اُس کی ناک میں خوش بُو نہ آتی۔ ایک دِن وہ گھبرا کر کہنے لگا۔ "اب میں زیادہ دیر صبر نہیں کر سکتا۔ مجُھے اپنی ناک نیچے میدان میں

پہنچانی چاہیے جہاں بادشاہ کا محل ہے۔"

بس جناب لال بھُتنے نے اپنی ناک لمبی کرنی شروع کی۔ وہ لمبی ہوتی گئی۔ بڑھتی گئی۔ سات پہاڑیاں ناک نے پار کرلیں اور آخر وہ بادشاہ کے محل کے اندر پہنچی۔

اُس وقت بادشاہ کا بیٹا اپنے دوستوں کے ساتھ باغ میں کھیل رہا تھا۔ اس نے لال بھُتنے کی ناک دیکھ کر کہا۔ "دیکھنا، کتنا بڑا بانس ہے۔ آؤ اِس پر جھُولیں۔"

سب دوستوں نے موٹی موٹی رسّیاں لیں اور لال بھُتنے کی ناک میں جھولے ڈال کر جھُولنے لگے۔ ایک دو بچّوں نے ناک پر چاقو سے اپنا نام بھی لکھ دیا۔

لال بھُتنا پہلے تو یہ ساری تکلیف سہتا رہا۔ لیکن جب بچّوں نے چاقو چلایا تو لال بھُتنے نے زور لگا کر اپنی ناک واپس کھینچ لی۔

نیلے بھُتنے نے یہ حال دیکھا تو خوب ہنسا۔ لال بھُتنا اپنی ناک پکڑ کر بیٹھ گیا اور کہنے لگا۔ ”مُجھے اِس بات کی سزا ملی ہے کہ میں لوگوں سے حسد کرتا ہوں۔ اب میں کبھی اپنی ناک میدان میں نہیں بھیجوں گا۔“



# چاند میں خرگوش

ایک دفعہ چاند کے بُوڑھے آدمی نے زمین پر ایک جنگل کی طرف دیکھا۔
اُسے جنگل میں ایک جگہ ایک خرگوش، ایک بندر اور ایک لومڑی نظر آئی۔
یہ تینوں جانور ایک ہی جگہ دوستوں کی طرح رہتے تھے۔

چاند کے بُوڑھے نے سوچا کہ اِن تینوں میں سب سے اچھّا کون ہے۔ نیچے
زمین پر جا کر دیکھنا چاہیے۔ بُوڑھے نے ایک فقیر کا بھیس بدلا اور جنگل میں

پہنچا۔

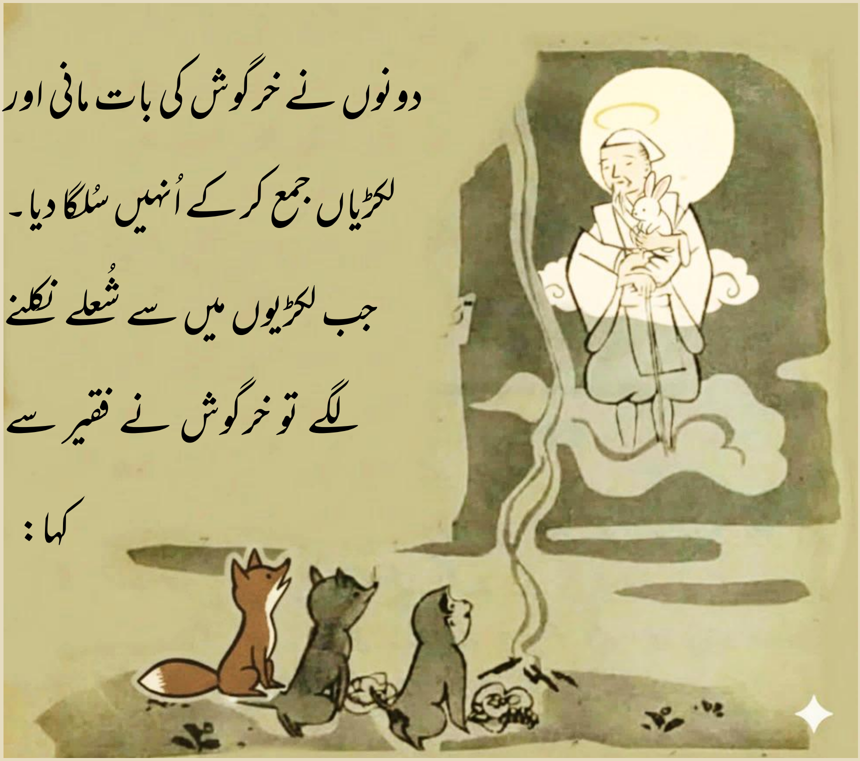


اُس نے تینوں جانوروں سے کہا۔ "بابا، کُچھ دو۔ میں بھوکا ہوں۔"

اُن تینوں کو بُوڑھے فقیر پر ترس آیا اور وہ اُس کے لیے کھانے کی چیزیں لانے کے لیے دوڑے۔

بندر ڈھیروں پھل لے آیا۔ لومڑی ایک مچھلی پکڑ لائی۔ لیکن خرگوش کو کوئی چیز نہیں ملی۔ وہ رونی شکل بنا کر رہ گیا۔ اچانک اُسے ایک بات

سوجھی۔۔۔اُس نے اپنے دوستوں سے کہا۔ "دوست بندر، تُم میرے لیے لکڑیاں جمع کرو اور بُوا لومڑی تُم آگ جلادو۔"




"باباجی، میں تمہارے لیے کُچھ نہیں لاسکا۔ میں اِس آگ میں کُودتا ہوں۔ جب میں جل کر کباب بن جاؤں تو تُم کھالینا۔ خرگوش آگ میں کودنے ہی

والا تھا کہ فقیر نے اپنا بھیس بدل لیا اور وہ پھر چاند کا بُوڑھا آدمی بن گیا۔

بُوڑھے نے خرگوش سے کہا۔ "تُم بہت نیک ہو۔ مگر تُمھیں ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس سے خود تکلیف اُٹھاؤ۔ اب میں تُمھیں اپنے ساتھ چاند پر لے جاؤں گا۔ وہاں آرام سے رہا کرنا۔"

بُوڑھے نے خرگوش کو گود میں لیا اور چاند کی طرف اُڑ گیا۔ اگر تُم چاند کی طرف غور سے دیکھو تو تمھیں بُوڑھے آدمی کے پاس خرگوش بھی نظر آئے گا۔ خرگوش کو چاند میں آئے ہوئے ہزاروں سال ہو گئے ہیں۔



# زبان کٹی مینا

ایک بُوڑھا آدمی تھا۔ اُس کی بیوی بہت بُری تھی۔ ہر وقت لڑتی رہتی تھی۔ اُن کے ہاں کوئی بچّہ نہ تھا۔ بُوڑھے نے دِل بہلانے کو ایک مینا پال لی تھی۔ وہ مینا کا بہت خیال رکھتا تھا۔ اس کو اچھّی اچھّی چیزیں کھانے کو دیتا۔ اس کے پنجرے میں پانی ڈالتا۔ دوسرے تیسرے دِن پنجرا

دھوتا۔



لیکن بڑھیا بُوڑھے کے بالکل اُلٹ تھی۔ اُسے یینا سے نفرت تھی۔ وہ بُوڑھے پر خفا ہوتی کہ یہ مُصیبت اُس نے گھر میں کیوں رکھ چھوڑی ہے۔ ایک دِن جب بُوڑھا کام پر چلا گیا تو بُڑھیا کپڑے دھونے بیٹھی۔ اس نے کلف پکا لیا تھا اور اُسے ٹھنڈا کرنے کو ایک لکڑی کی ہانڈی میں رکھ دیا تھا۔ ہانڈی کی طرف اُس کی پیٹھ تھی۔ یینا ہانڈی کے کنارے بیٹھی اور کلف میں چونچیں مارنے لگی۔ بُڑھیا نے آوَ دیکھا نہ تاوَ قینچی اُٹھائی اور یینا کی زبان

کاٹ دی۔ پھر اُس نے یینا کو اُڑا دیا اور کہا۔ "جا نِکل یہاں سے بد نصیب۔"
یینا بے چاری اُڑتی ہوئی جنگل کی طرف چلی گئی۔



تھوڑی دیر بعد بُوڑھا گھر آیا۔ دیکھا کہ مینا نہیں ہے۔ اُس نے گھر کا کونا کونا چھان مارا مگر مینا نظر نہ آئی۔ بیوی سے پوچھا تو اُس نے کہا میں نے اُس کی زبان کاٹ کر اُڑا دیا ہے۔ بُوڑھے کو بہت رنج ہوا۔

دوسرے دِن وہ جنگل میں مینا کو ڈھونڈنے چلا۔ وہ پکارتا جاتا تھا :

"میری پیاری مینا تو کہاں ہے؟"

اچانک مینا اُڑتی ہوئی آئی۔ وہ خوب صورت کپڑے پہنے ہوئے تھی۔ تعجّب کی بات یہ تھی کہ وہ انسانوں کی طرح باتیں کرتی تھی۔

مینا نے کہا۔ "آئے میرے آقا۔ آپ دُور سے چل کر آئے ہیں۔ تھک گئے ہوں گے۔ مہربانی سے میرے گھر چلیے اور آرام کیجیے۔"

بُوڑھے نے مینا کو بولتے سُنا تو اُسے خیال ہوا کہ یہ ضرور پری ہوگی۔ وہ مینا

کے ساتھ چل دیا اور اس کے خوب صورت مکان پہنچ گیا۔ مینا اُسے مکان کے اندر لے گئی۔

مینا کی کئی لڑکیاں تھیں۔ اُنھوں نے بُوڑھے کو اچھّے اچھّے کھانے کھلائے۔ چار میناؤں نے ناچنا شروع کیا۔ یہ ناچ اِتنا مزے دار تھا کہ بُوڑھے نے خوش ہو کر تالیاں بجائیں۔

اِتنے میں شام ہونے لگی۔ بُوڑھے نے دیکھا کہ اندھیرا بڑھ رہا ہے تو وہ اُٹھا اور کہا۔ "اب مجُھے گھر جانا چاہیے۔ میری بیوی پریشان ہو گی۔" مینا نے بہت خوشامد کی کہ ابھی نہ جاؤ۔ مگر بُوڑھے نے کہا۔ "نہیں۔ اب مجُھے جانا ہی چاہیے۔"

مینا نے کہا۔ "اچھّا، اگر آپ نہیں مانتے تو میرا تحفہ قبول کیجیے۔"

یینا دو ٹوکریاں لائی۔ ایک بڑی اور بھاری تھی اور دوسری چھوٹی اور ہلکی تھی۔ یینا نے کہا: "ان دو میں سے ایک پسند کر لیجیے۔"

بُوڑھا لالچی نہیں تھا۔ اس نے چھوٹی ٹوکری اُٹھا لی اور گھر کا راستہ لیا۔ گھر پہنچ کر اُس نے اپنی بیوی کو سارا قصّہ سُنایا۔ بڑھیا نے ٹوکری کھولی تو حیران رہ گئی۔ ٹوکری کے اندر بہت سی قیمتی چیزیں تھیں۔ سونے چاندی کے ڈلے، ہیرے، موتی اور بہت سے جواہرات۔ یہ سب اتنا مال تھا کہ دونوں پوری زندگی آرام سے بسر کر سکتے تھے۔

بُوڑھا تو خوش ہو گیا مگر بڑھیا خوش نہیں ہوئی۔ اُس نے بُوڑھے کو بُرا بھلا کہا اور غُصّے سے بولی۔ "تُم نے بڑی ٹوکری کیوں نہ پسند کی؟ اُس کے اندر اِس سے زیادہ مال ہوتا۔ خیر اب میں خود یینا کے گھر جاتی ہوں اور بڑی ٹوکری لے کر آتی ہوں۔"

بُوڑھے نے بہت خوشامد کی کہ لالچ نہ کرو۔ یہی ہمارے لیے کافی ہے مگر بڑھیا نے ایک نہ سُنی۔ اُس نے چپل پہنے اور جنگل کی راہ لی۔ بُڑھیا یِنا کے گھر پہنچی تو اُس نے بُڑھیا کو عزّت سے بِٹھایا۔ پھل اور مٹھائیاں کھانے کو دیں۔



جب بُڑھیا گھر جانے لگی تو یِنا دو ٹوکریاں لے کر آئی۔ ایک بڑی اور دوسری چھوٹی۔ اُس نے بُڑھیا سے کہا۔ "اِن میں سے ایک ٹوکری لے لو۔" بُڑھیا نے جلدی سے بڑی ٹوکری بغل میں دبا لی۔ وہ بہت بھاری

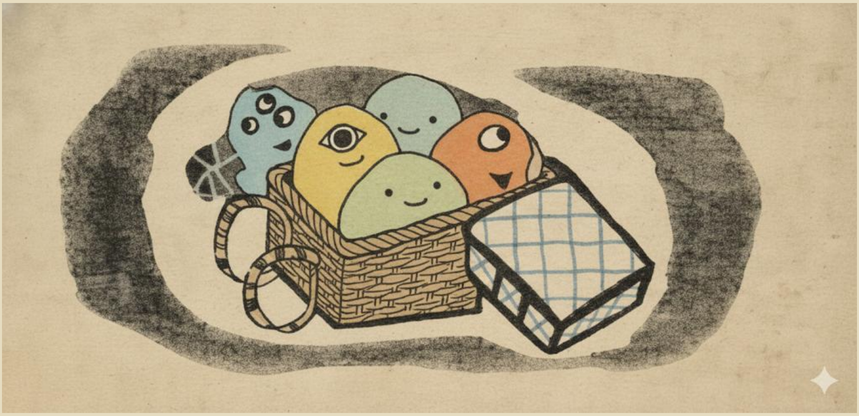
تھی۔ بڑی مُشکل سے اُس نے ٹوکری کمر پر لادی اور اپنے گھر کو روانہ ہوئی۔

راستے میں ٹوکری بھاری ہوتی چلی گئی۔ بُڑھیا خوش ہو رہی تھی کہ اِس کے اندر بہت سا مال ہو گا۔ کُچھ دور چل کر وہ تھک گئی اور سڑک کے کنارے بیٹھ گئی۔ اُس سے صبر نہ ہو سکا۔ اُس نے ٹوکری کو کھول کر دیکھا تو اُس کے اندر سے طرح طرح کی بلائیں نکلیں۔ ایک شیطان کا سر تھا جس میں سے ڈراؤنی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ایک بڑی سی بھڑ تھی جس کا لمبا سا ڈنک تھا۔ ٹوکری میں سانپ بھی تھے اور کیچڑ میں لت پت ایک بُری شکل کا مینڈک بھی۔ اب تو بُڑھیا کا ڈر کے مارے بُرا حال ہو گیا۔

بُڑھیا وہاں سے سرپٹ بھاگی۔ گھر آکر بُوڑھے کو سارا حال سُنایا اور کہا۔ "میں وعدہ کرتی ہوں کہ اب کبھی لالچ نہ کروں گی اور نہ کسی سے جھگڑا کروں

گی۔"

بُڑھیا کو اچھّا سبق ملا تھا۔ اِس کے بعد وہ کسی سے نہیں لڑی اور نہ ہی کسی بے زبان کو ستایا۔





# بُدّھو سابرُو

جاپان کے کسی گاؤں میں ایک لڑکا رہتا تھا۔ اُس کا نام سابرُو تھا۔ وہ ہمیشہ بے وقوفی کے کام کرتا۔ اِس لیے لوگوں نے اُس کے نام سے پہلے بُدّھو لگا دیا اور اُسے بُدّھو سابرُو کہنے لگے۔

سابرُو دو کاموں میں سے ایک کام ہمیشہ بھول جاتا تھا اور پھر وہ ایک کام بھی ایسے کرتا کہ سب اُسے بے وقوف سمجھتے۔ اُس کے ماں باپ بھی

اُس کی بے وقوفی سے تنگ تھے۔ مگر اُن کا خیال تھا کہ جب وہ جوان ہو جائے گا تو عقل آجائے گی۔ وہ سابرُو کے بُدّھو پن پر ہمیشہ صبر کرتے۔

ایک دِن سابرُو کے ابّا نے کہا۔ "بیٹا سابرُو۔ آج آلوؤں کے کھیت میں جاؤ اور کُچھ آلو کھود کر لے آؤ۔ اُن کو دُھوپ میں پھیلا دینا تاکہ سوکھ جائیں۔"

سابرُو نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔ اُس نے بیلچہ کندھے پر رکھا اور آلوؤں کے کھیت پر پہنچا۔ وہ آلو کھود رہا تھا کہ اُس کا بیلچہ سخت زمین سے ٹکرایا۔ اُس نے اُس جگہ کو گہرا کھودنا شروع کیا۔ کھودتے کھودتے اُسے ایک پرانا سا مٹکا نظر آیا۔ اُس نے مٹکے کے اندر دیکھا تو اُس میں سونے کے سکّے بھرے ہوئے تھے۔

سابرُو نے دِل میں سوچا۔ "ابّا نے کہا تھا کہ پہلے کھودوں اور پھر جو نکلے اُسے

سوکھنے کے لیے ڈال دوں۔" یہ سوچ کر اُس سونے کے سکّے زمین پر پھیلا دیے۔ پھر گھر جا کر بتایا کہ ایک ؟ مٹکے میں مُجھے کُچھ سونا ملا تھا وہ سونا میں نے دُھوپ میں پھیلا دیا ہے۔ سوکھ جائے گا تو گھر لے آؤں گا۔"



یہ بات سُن کر ماں باپ گھبرا گئے اور دوڑے ہوئے آلو کے کھیت پر پُہنچے۔ لیکن اِتنی دیر میں کوئی آدمی تمام سکّے اُٹھا کر لے گیا تھا۔ باپ نے سابرُو کو خوب بُرا بھلا کہا اور پھر بولا۔ "آیندہ تمھیں کوئی چیز ملے تو اُسے کپڑے میں لپیٹ لینا اور گھر لے آنا۔ سمجھے ؟"

سابرُو نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔"

دُوسرے دِن سابرو کو ایک مری ہوئی بِلّی کھیت میں پڑی ہوئی ملی۔ اُس نے مُردہ بِلّی کپڑے میں لپیٹ لی اور گھر اُٹھا لایا۔ باپ نے یہ فضول چیز دیکھ کر کہا۔ "ارے بے وقوف یہ بے کار چیز کیوں اُٹھا لایا؟ آئندہ تمھیں ایسی کوئی چیز ملے تو اُسے دریا میں پھینک دینا۔"

دُوسرے دِن سابرُو نے درخت کا ایک گُدّا کاٹا۔ پھر اچانک اپنے باپ کی بات یاد آئی۔ اُس نے جھٹ وہ گُدّا دریا میں پھینک دیا۔ اِتنے میں ایک پڑوسی آیا اور اُس نے کہا۔ "ایسی قیمتی چیز دریا میں نہیں پھینکنی چاہیے۔ اِس گدّے کی لکڑی جلانے کے کام آتی۔ اگر تُم اِس کے ٹکڑے کر کے گھر لے جاتے تو



تمہارے ماں باپ بہت خوش ہوتے۔

سابرُو نے کہا۔ "میں سمجھ گیا۔" اور پھر اپنے کھیت کی طرف چلا۔

کھیت کی مُنڈیر پر ایک چائے دانی اور پیالی رکھی ہوئی تھی۔ سابرُو نے دِل میں کہا۔ "واہ، یہ بہت قیمتی چیز ہے۔ اُس نے اپنے بیلچے سے پیالی چائے دانی ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالی اور اِن ٹکڑوں کو لے کر گھر آ گیا۔

"امّاں امّاں!" سابرُو نے کہا۔ "یہ دیکھو میں کیا چیز لایا ہوں۔" یہ کہہ کر اُس نے اپنی ماں کو چینی کے ٹکڑے دِکھائے۔

امّاں نے کہا۔ "ارے بیٹا۔ یہ چائے دانی اور پیالی تو میں تمہارے ابّا کے لیے لے گئی تھی۔ تُم نے اِن کو توڑ ڈالا۔"

دوسرے دِن اُس کے امّاں ابّا نے کہا۔ "تُم جو کام کرتے ہو غلَط کرتے

ہو۔ اب ہم کام کریں گے۔ تُم گھر میں بیٹھنا۔ تُم بالکل بُدّھو ہو۔“

سابرُو کہنے لگا۔ ”میری سمجھ میں یہ بات نہیں آتی کہ لوگ مُجھے بُدّھو کیوں کہتے ہیں۔ میں سب کام اُسی طرح تو کرتا ہوں جس طرح لوگ بتاتے ہیں۔“



# ایک تھا لکڑہارا

ایک لکڑہارا تھا۔ وہ بہت رحم دِل تھا۔ وہ ہرے درختوں کی شاخیں کبھی نہیں کاٹتا تھا۔ ہمیشہ خُشک شاخیں جو زمین پر گِری ہوتیں جمع کرتا۔ اُسے معلوم تھا کہ ہرے درخت کی شاخوں کو کاٹنے سے درختوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ وہ درختوں کو تکلیف دینا نہیں چاہتا تھا۔ اِسی لیے اُن کی ہری

شاخیں نہیں توڑتا تھا۔

ایک دِن لکڑہارا اننّاس کے درخت کے نیچے لکڑیاں تلاش کرتا ہوا گُزرا۔
اچانک اُس نے ایک آواز سُنی جو کہہ رہی تھی :

"کوئی میری ٹہنیاں کاٹ کر لے گیا ہے۔ دیکھو دیکھو میرا خون (رس) بہہ رہا ہے۔"



لکڑہارے نے گردن اُٹھا کر اُوپر دیکھا۔ سچ مچ کوئی شخص اننّاس کی تین

ٹہنیاں توڑ کر لے گیا تھا اور اُس میں سے رس بہہ رہا تھا۔ لکڑہارے نے ٹوٹی ہوئی ٹہنیوں کی جگہ کپڑا لپیٹ دیا جس سے رس بہنا بند ہو گیا۔

لکڑہارے نے یہ کام کیا ہی تھا کہ درخت سے سونے چاندی کے سکّے برسنے لگے۔ دیکھتے ہی دیکھتے زمین پر سِکّوں کا ڈھیر لگ گیا۔

لکڑہارے نے درخت کا شکریہ ادا کیا اور سکّے سمیٹ کر گھر لے آیا۔ اُس نے وہ سکّے اپنے کمرے کے فرش پر ڈال دیے۔ اُس کے پاس صندُوق نہ تھا کہ اُس میں رکھتا۔



اتنے میں کسی نے کھڑکی میں سے جھانکا۔ یہ وہی بے رحم لکڑہارا تھا جس نے انّناس کی ٹہنیاں توڑی تھیں۔ جب اُس نے سونے چاندی کا ڈھیر دیکھا تو کہا۔ "کیوں صاحب، یہ مال تُم کو کہاں سے ملا؟"

نیک دِل لکڑہارے نے اُسے بتایا کہ یہ دولت اُسے انّناس کے درخت نے دی ہے۔

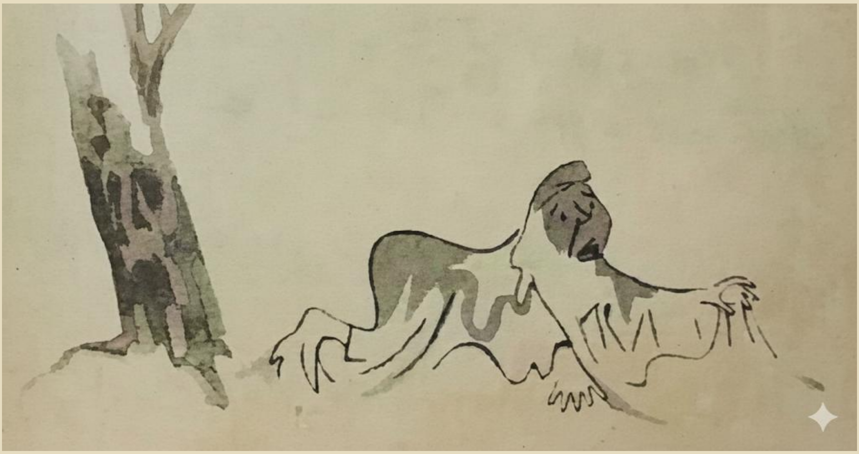
ظالم لکڑہارا بولا۔ "اُسی انّناس کے درخت نے جس کی میں نے ٹہنیاں توڑی تھیں؟"

"ہاں ہاں۔ اُسی نے۔" نیک دِل لکڑہارے نے جواب دیا۔

بے رحم لکڑہارا بھاگم بھاگ جنگل میں گیا، انّناس کے درخت پر چڑھا اور اس کی شاخیں توڑنے لگا۔ وہ سمجھتا تھا کہ درخت گھبرا کر مُجھے بہت سی

دولت دے دے گا۔ مگر درخت سے لیس دار رس بہنے لگا۔

بے رحم لکڑہارا رس میں لِتھڑ کر رہ گیا۔ اُس کے بال، بازو اور ٹانگیں سب چپک گئے اور وہ اُس جگہ تین دِن تک بھوکا پیاسا پڑا رہا۔ جب رس خُشک ہوا تو وہ بڑی مُشکل سے گھسٹتا ہوا گھر پہنچا۔



اِس کے بعد اُس نے توبہ کی اور کبھی کسی ہرے درخت سے کوئی شاخ نہ توڑی۔